مولانا مظہر علی اظہر

چودھری افضل حق میری نگاہ میں

قوموں اور جماعتوں کی حکمرانی کے مقابلہ میں ملت و ملک کی فلاح کا دم بھرنا کسی انفرادی کوشش کا کام نہیں، اس کے لئے مقصد پر یقین رکھنے والی حصول مقصد کے لئے قوت عمل کو لازمی جاننے والی، اور عمل پیہم کو وظیفہ حیات بنانے والی قومیں یا جماعتیں ہی مفید ہو سکتی ہیں۔

چودھری افضل حق مرحوم نے اپنی زندگی کے بہترین ایام میں اپنی مسلسل قوت عمل کے ذریعے قوم کو درس حیات دیا۔ لیکن جو قوم اصول کو مان کر بھی اس پر عمل کرنے کے لئے تیار نہ ہو، وہ محض باتیں بنا کر ہی وقت گذارنا چاہتی ہے۔ آج بھی بہت سے لوگ ایسے ملیں گے جو ہمارے ملک کی ملی و ملکی سیاست کو زندگی کا مشغلہ تفریح سمجھتے ہیں۔

آج ہم چودھری افضل حق صاحب مرحوم کو ان کی وفات کے تقریباً پندرہ سال بعد یاد کر رہے ہیں۔ اور اس میں کسی کو کم ہی کلام ہوگا کہ انہیں یاد کرنے والوں کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے۔

مرحوم کی زندگی میں جو چیزیں دوست اور دشمن کی نظر سے اوجھل تھیں۔ آج ان کی قدر محسوس ہو رہی ہے۔ مرحوم کی زندگی کے مختلف پہلو ان کی وفات کے بعد پہلے سے زیادہ واضح اور روشن نظر آنے لگے ہیں اپنی زندگی میں وہ ایک محنت کش اور مجاہد سپاہی تھے، انہوں نے سرکاری ملازمت کے مختصر سے دور کو ملی و ملکی مفاد پر نگاہ رکھتے ہوئے ختم کر دیا، اور دنیاوی ترقی کے اس ذریعہ کو ترک کیا۔ جو کئی پشتوں سے مسلمانان ہند کے لئے نئے تعلیم یافتہ طبقہ کا معراج زندگی ہے۔

اگر وہ پولیس کی ملازمت میں ترقی کرتے تو دنیاوی جاہ و جلال اور مال و منال ان کا حصہ ہوتا، اور ان کی زندگی افلاس و غربت کے اس دور میں بسر نہ ہوتی، جس میں اس کے بیشتر ایام کاٹے گئے۔ لیکن اس کے ساتھ یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ وفات حسرت آیات کے چار سال بعد ترقی یافتہ پولیس افسر کو یاد کرنے والوں میں کسی قریبی رشتہ دار کے سوا جسے ان کی ذات گرامی سے خاص وابستگی ہوتی اور کوئی شخص کہیں مشکل سے

ہی نظر آتا۔

دنیاوی ترقی کے رواجی دور کو تج کر مرحوم نے اپنی زندگی کو ملت و ملک کی فلاح وبہبود کے لئے وقف کیا اور ۱۹۲۱ء سے لے کر ۱۹۴۲ء کے اوائل ایام تک جب کہ انہوں نے اپنی جان کو جان آفرین کے حوالے کیا انہوں نے اپنے دن اپنی مستقل دھن میں گذارے۔ انہوں نے اپنے کردار سے واضح کیا کہ غیر حکومت کا کارندہ بن کر دوسروں کو جیل میں بھیجنے سے قوم کا کارندہ بن کر جیل میں جانا بہتر مقصد حیات ہے۔ بعض لوگ سوال کیا کرتے ہیں کہ اس طرح اپنی زندگی کو مصیبت میں ڈالنے سے کیا فائدہ! لیکن یہ ذہن وہی ہے جو غلامی پر قناعت کرکے بیٹھ چکا ہے اور جو یہ چاہتا ہے کہ اسے بادشاہت کی بھیک بیگانوں کی طرف سے مانگتے ہی مل جائے لیکن آج کل کے زمانہ میں جب کہ انفرادی بادشاہت کا دور نہیں رہا بلکہ اس کی جگہ قوموں اور جماعتوں کی بادشاہت نے لے لی ہے کسی حکمران قوم یا جماعت سے بادشاہت کی بھیک کی توقع رکھنا بالکل بے کار ہے انفرادی بادشاہت کے دور میں بھی باپ بیٹے سے اور بھائی بھائی سے لڑ جاتا تھا مگر کبھی کبھی کوئی بدھو بادشاہت کو تج بھی دیتا تھا۔ آج دنیا میں کسی جگہ کوئی بدھو حاکم مطلق نہیں ہے اور نہ کسی ایک شخص کی رائے سے حکومت کے رقبہ کو سکیڑا جا سکتا ہے قوموں اور جماعتوں کی حکمرانی کے مقابلہ میں ملت وملک کی فلاح کا دم بھرنا کسی انفرادی کوشش کا کام نہیں اس کے لئے مقصد پر یقین رکھنے والی، حصول مقصد کے لئے قوتِ عمل کو لازمی جاننے والی، اور عمل پیہم کو وظیفۂ حیات بنانے والی قومیں یا جماعتیں ہی مفید ہو سکتی ہیں۔

چودھری افضل حق مرحوم نے اپنی زندگی کے بہترین ایام میں اپنی مسلسل قوت عمل کے ذریعے قوم کو درس حیات دیا لیکن جو قوم اصول کو مان کر بھی اس پر عمل کرنے کے لئے تیار نہ ہو وہ محض باتیں بنا کر ہی وقت گذارنا چاہتی ہے آج بھی بہت سے لوگ ایسے ملیں گے جو ہمارے غلام ملک کی ملی و ملکی سیاست کو زندگی کا مشغلۂ تفریح سمجھتے ہیں لیکن اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو وہ غلامی پر قانع ہیں اس لئے انہیں تفریحی سیاست سے دلچسپی ہے اور وہ اس سے آگے ایک قدم بھی نہیں بڑھ سکتے مگر جن لوگوں نے حقیقی ضرورتوں کو پہچانا ہے وہ جانتے ہیں کہ مرحوم افضل حق کی طرح زندگی صرف کئے بغیر حقیقی خدمت اور آزادی ملک وملت کا کام سرانجام نہیں دیا جا سکتا۔

پس مرحوم کی زندگی سے جو بہترین سبق حاصل کیا جا سکتا ہے وہ یہی ہے کہ آزادی کی جدوجہد تفریحی مشاغل سے کامرانی کے منازل طے نہیں کر سکتی اس کے لئے جان کو جوکھوں میں ڈالنے کی ضرورت ہے۔ زندگی کے پیہم عمل کے ساتھ مرحوم نے اپنی زبان سے بیس برس درس حیات دیا مگر آج اس بیست ساله درس کے بہت کم فقرے محفوظ نظر آئیں گے اس کا اثر تو کم وبیش کہیں کہیں دکھائی دے گا، مگر وہ بھی جستجو کرنے پر۔ مرحوم کو اس امر کا خوب

احساس تھا۔ ان کی کیف آور تقریریں لاکھوں انسانوں نے سنیں اور ان سے اثر قبول کیا مگر آج باسی واہ واہ کے سوا ان کی یاد بہت کم موجود ہے۔ تقریر کے محدود اثر کو محسوس کرکے ہی مرحوم نے اپنی عملی زندگی کے اوائل ایام سے اپنی نوکِ قلم کو جنبش دی اور یلوح الخط فی القرطاس دھرًا یعنی تحریر کا غذ پہ مدتوں تک تابانی دکھاتی ہے کے پیشِ نظر اپنی پہلی جیل کی یاد کو "دنیا میں دوزخ" کے ذریعہ دنیا کے سامنے پیش کیا۔

بہت سے قیدی جیلوں سے ہو آئے لیکن ان کی زندگی کے حالات اور ان حالات سے جو جو سبق حاصل ہو سکتے ہیں وہ اِدھر اُدھر کی زبانی باتوں کے سوا کسی وسیع پیمانہ پر موجودہ اور آئندہ نسلوں کے باعثِ نصیحت وعبرت نہیں بن سکتے مرحوم نے نہ فقط خود اپنے قلم کو ہلایا بلکہ انہوں نے اپنے رفقاء سے بھی ہمیشہ تاکید کی کہ وہ زبان کے ساتھ یا اس کے بجائے قلم کو اپنا رفیقِ کار بنائیں تو پائیدار اور وسیع نتائج برآمد ہو سکتے ہیں۔ انہوں نے رفاقتِ قلم کو بسترِ علالت پر بھی بہت کم جواب دیا اور اپنی زندگی کے آخری ایام میں خاص محنت سے اپنے خیالات کا آئینہ دنیا کے لیئے مہیا کر دیا۔

آج افضل حق کی تقریر سننے کے لیئے دنیا نہیں آتی اور کبھی نہیں آئے گی۔ لیکن جدھر جاؤ ان کے سپردِ قلم کئے ہوئے فقرے جو ان کی محنت سے کاغذ تک پہنچے، آج ان کے قارئین کی محنت سے ان کے عقیدت مندوں کا جوہرِ زبان بنتے ہیں اور بسا اوقات یہ جوہر پھر رحمت بے حساب بن کر سامعین کے کانوں کو کان گیر بنا دیتے ہیں لوگ ان کے فقروں کو دوسروں کی زبان سے سنتے ہیں اور وجد میں سر دھنتے ہیں۔

خطابت کا دور زبان کے رکنے سے ختم ہو جاتا ہے مگر کتابت کا دور زبانوں کو وراثت میں ملتا ہے اور ہر کوئی اپنے زورِ کتابت سے تمام کرکے خیالات کے دائرے کو وسیع تر کرنے کا موقع پاتا ہے۔ یہی سبب ہے کہ افضل حق کی موت کو یاد کرنے کے لیئے لوگ جمع ہوتے ہیں تو ان کی زبان پر بے ساختہ

"افضل حق زندہ باد کا نعرہ آجاتا ہے"

علامہ انور صابری

فقیر عالی وقار

حیاتِ افضل حق کو پڑھ کے انور یہ راز سمجھا دماغ میرا
زعیم فطرت شکار بھی تھا ادیب جادو نگار بھی تھا
دلِ دجگر کی حرارتوں میں حرارتِ قلب زندگی تھی
فقیر عالی وقار بھی تھا غریب کا غمگسار بھی تھا